ڈاکٹر عطش دُرّانی

ڈائریکٹر ملٹی میڈیا، اُردو ای لرننگ، شعبہ کمپیوٹر سائنس، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

اُردو تحقیق کی فلسفیانہ بنیاد

Dr. Attash Durrani

Director MultiMedia, Urdu E Learning, Department of computer Science, Allama Iqbal Open University, slamabad

The Philosophical foundation of Urdu Research

The scholar enjoys a good repute in the field of Techniques of Research. It is 1st time that he provides the philosophical base to the research paradigme of Urdu. The paper depicts an overview of the research philosophy and the way of thinking flourishing in Urdu. This is meant to be an establishing structure of guidance in Urdu research. The Research philosophy can work both in the fields of Positivism and Postpositivism, having answer to the Ontological, Epistemological and Methodological questions. This develops a research paradigm. This approach must be adopted as a base to design Urdu research project in language as well as in literature in search of assumptions verses hypothesis.

خاص الفاظ واصطلاحات

اثباتیت(Positivism)-ادعا(Dogma)-ترجمانیت (Interpretism)-تسہیل کار(Facilitater) - ثقافتیات (Culturology) - چوحدی، دائرۂ عمل یا نقطۂ نظر (Paradigm) - حسیاتی (Empirical) - طریقیاتی(Methodological)- علمیاتی(Epistemological) - مابعد اثباتیت(Post-positivism)- مابعد علم(Meta Knowledge) - محضری تجزیہ(Discourse Analysis) - مضمر(Implicit) - معنویات (Semantics)-واضح(Explicit)-وجودیاتی(Ontological)-وقوفی(Cognitive)

خلاصہ

بیسویں صدی کے نصف آخر میں مابعد اثباتیت(Post-positivism) کے فروغ سے دنیا کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ اُردو کی ادبی تحقیق ابھی اثباتیت کی حدود کو نہیں چھوڑ رہی اس لیے شاید مابعد اثباتیت کی بات کرنا کارے دارد ہے۔ ہر تحقیق بنیادی طور پر کسی فلسفے اور

نظریے یا تھیوری کی روشنی ہی میں انجام دی جاتی ہے۔ ہر تحقیق اسی فلسفے کی چوحدی (Paradigm) یا حیطۂ کار کے اندر کام کرتی ہے۔ یہ مضمر (Implicit) یعنی داخلی مہارت اور واضح (Explicit) یعنی ظاہری نظریاتی ہوتی ہے۔ تحقیق کو اوّل متعلقاتِ علم ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔ حصولِ علم کے طریقے، اصول تحقیق، تدریسیات، کورس وغیرہ مابعد یا متعلقاتِ علم قرار پاتے ہیں۔ تحقیقی فلسفہ بھی اسی مابعدِ علم ہی میں شامل ہے۔ جدید تحقیقی طریقے علمی فلسفہ یا علمیات (Epistemology) کی اسی چوحدی (Paradigm) یا حیطۂ کار میں وضع ہوتے ہیں۔ چوحدی (Paradigm) نظریے یا تھیوری (Theory) پر منحصر ہوتی ہے۔ گوبا اور لنکن (Guba & Lincoln) نے تین بنیادی سوالات کو کسی تحقیقی چوحدی کی اساس قرار دیا ہے۔ 1-وجودیاتی (Ontological) سوال۔ 2-علمیاتی (Epistemological) سوال۔ 3-طریقیاتی (Methodological) سوال۔

تحقیق کی تین چوحدیاں ہوسکتی ہیں: الف (اثباتیت (Positivism))، ب (ترجمانیت (Interpretism))، ج (تنقیدی نظریہ)۔ ادبی اور لسانی تحقیق میں اثباتیت (Positivism) اور مابعد اثباتیت (Post-positivism) کی سفارش کی جائے۔ فلسفے کی بنیاد پر قائم جدید اور باضابطہ تحقیق کی ابھی بہت گنجایش موجود ہے۔

اُردو میں تحقیق کے فروغ کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ جدید تحقیق کے اُصولوں پر ابھی مباحث جاری ہیں۔ اُصولاً دبی تحقیقگزرگاہ میں ہیں۔ ایسے میں تحقیقی چوحدی (Paradigm) کے حوالے سے تحقیقی فلسفے اور نظریے یا تھیوری پر بات کرنا شاید بہت ہی قبل از وقت ہے لیکن اہلِ فکر ونظر کے لیے یہ ایک تحریک اور تشویق کا باعث بنے، اس لیے یہ نگارشات پیش کی جارہی ہیں۔

اُردو میں اُصولِ تحقیق کا جدید مقصود صرف یہی ہے کہ زبان اور ادب کے میدان کی علمی فتوحات میں ایسا اضافہ کیا جائے جو عالمی سطح پر قابلِ قبول ہو اور تحقیق اصل اور طبعزاد ہو۔ اس تحقیق کے نتائج کو دہرایا جاسکے اور ان سے تحقیقی حقائق برآمد ہوں جو کسی فلسفے اور نظریے یا تھیوری کی تخلیق میں مدد دے سکیں[۱]۔ علمی اضافے کا ایک ہی مطلب ہے کہ تحقیق کسی سوال کا شافی جواب مہیا کرسکے۔ مسئلے کے فہم، نئی تکنیک کی تخلیق اور واضح نتائج ہی کسی تحقیق کو مقام اور اہمیت دلاسکتے ہیں۔ تحقیق اس قابل ہو کہ (1) دوسروں کو قائل کرسکے، (2) تحقیقی مہارت کا اظہار کرسکے، (3) تحقیق کار کی اہلیت ثابت کرسکے، (4) تحقیقی منصوبہ بندی پیش کرسکے[۲]۔

تحقیقی فلسفے سے قبل ہمیں تحقیقی چوحدی یا Research Paradigm کو سمجھنا ہوگا۔ گوبا اور لنکن (Guba & Lincoln) اسے عقائد کا سیٹ اور بنیادی اُصول قرار دیتے ہیں۔ تاہم ان کے نزدیک چوحدی ہی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق کا درون وبیرون کیا ہے۔ انھوں نے اسے تین بنیادی فلسفیانہ سوالات تک محدود کیا ہے[۳]۔

کسی بھی فلسفے کو ہم انھی تین چوحدیوں ہی کے دائرے میں دیکھ سکتے ہیں: وجودیات (Ontology)، علمیات (Epistemology) اور طریقیات (Methodology)۔ اُردو میں ابھی ممکنہ تحقیق کے حوالے سے ان پہلوؤں پر غور نہیں کیا گیا۔ تحقیقی چوحدی کے موضوع پر بات ایک آدھ مقالے سے آگے نہیں بڑھتی۔

لسانی و ادبی تحقیق میں انسانی حوالہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے اس لیے بقول بلائکی (1993) آزادمرضی اس تحقیق میں پیچیدگی پیدا کردیتی ہے اور یوں کسی تحقیقی فلسفے کی بنیاد درکار رہتی ہے۔ پال فلاورز نے بلائکی، کوویل اور لنکن وغیرہ کے حوالے سے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے[۴]۔ اُردو تحقیق میں بھی یہی تینوں فلسفے تحقیقی چوحدیوں کی صورت پیدا کرتے ہیں۔

اُردو میں تحقیقی کاموں میں کمزوری کے ضمن میں ایک رویّہ اُردو کے جامعاتی شعبوں میں ''رواروی'' اور ''جلت'' کاموں کے انداز کا ہے۔ اس کے لیے عام دلیل یہ دی جاتی رہی ہے کہ دوسرے مضامین کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے اُردو میں زیادہ سے زیادہ ڈاکٹر پیدا کیے جائیں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ اُردو میں زیادہ سے زیادہ کڑے معیار پر مبنی مقالات وجود میں لائے جائیں۔ اسی سے دوسرے مضامین کے مقابلے میں اُردو تحقیق بہتر ہو سکتی ہے۔ معیار کے حصول کا یہی طریقہ ہے کہ اُردو کی ادبی تحقیق کو سائنٹیفک اُصولوں پر اُستوار کیا جائے اور ادبی تحقیق میں بھی دنیا کے ساتھ ہم قدم ہوا جائے۔

اُردو میں تحقیق کے نام پر کئی کام غیر ضروری طور پر بھی انجام دیے گئے ہیں اور کئی اہم کام ادھورے رہ گئے ہیں۔ جہاں تک تحقیقی اثرات کی ضروریات کا تعلق ہے، ان میں سے بہت سے کام شاید ہی ایسی کوئی ضرورت پُوری کرتے ہوں۔ بیشتر کام ذاتی رسائی یا خواہشوں پر انجام پائے، اُردو کے مؤرخ کو بھی ان کی کم ہی ضرورت پڑے گی۔ مستقبل میں ایسے کام صرف حقیقی ضرورت پر مبنی انجام دیے جائیں تو تدوین و تحقیق کا فرض صحیح معنوں میں ادا ہو سکے گا۔ اب تک اُردو تحقیق کا مقصود صرف متون کی صحت رہا ہے جو ادبی تحقیق کا منصب ادا نہیں کر پاتا کیونکہ متن محض تحریری پہلو نہیں رکھتا جس کے لیے تحقیق کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ متن ایک پیچیدہ نفسیاتی اور سماجی یا عمرانی عمل ہے جس پر معنویات (Semantics) اور ثقافتیات (Culturology) کے حوالے سے تحقیق درکار ہوتی ہے، اس لیے یہ متنی تاریخ کا کام کوئی خاص تحقیقی کارنامہ قرار نہیں پاتا۔

بیسویں صدی کے اواخر میں تحقیق کو محض ''علم کی تخلیق بذریعہ تفتیش'' سمجھا گیا تھا اور سائنسی نقطۂ نظر کے حوالے سے اسے محض ایک قواعد کار اور تکنیک گردانا گیا تھا۔ یہ امور اثباتیت (Positivism) کے فلسفے کے تحت وضع ہوتے تھے۔ بیسویں صدی کے نصف آخر میں مابعد اثباتیت (Post-positivism) کے فروغ سے دنیا کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ اُردو کی ادبی تحقیق ابھی اثباتیت کی حدود کو نہیں چھوڑ رہی۔ اس لیے شاید مابعد اثباتیت کی بات کرنا کارے دارد ہے۔ ادبی تحقیق کی چوحدی، دائرۂ عمل یا نقطۂ نظر (Paradigm) اسی سے تشکیل پاتا ہے۔

تحقیق سے پہلے تحقیقی فلسفہ جاننا ضروری ہے۔ ہر تحقیق بنیادی طور پر کسی فلسفے اور نظریے یا تھیوری کی روشنی ہی میں انجام دی جاتی ہے۔ ہر تحقیق اسی فلسفے کی چوحدی (Paradigm) یا حیطۂ کار کے اندر کام کرتی ہے۔

ہم عام طور پر علم (Knowledge) کو معلومات (Information) کے معنی میں لیتے ہیں اور بعض معلومات رکھنے والے شخص کو عالم قرار دیتے ہیں جو اپنی بات، بیان یا فکر کو حتمی علم یا ادعا (Dogma) کی صورت میں پیش کرتا ہے، جبکہ علم معلومات، حقائق اور مہارتوں کے انسانی تجربے (Experience) کی روشنی میں کسی نظریے یا عملی تفہیم کا نام ہے۔ یہ مضمر (Implicit) یعنی داخلی مہارت اور واضح (Explicit) یعنی ظاہری نظریاتی ہوتا ہے۔ یہ رسمی، منظّم اور عبوری (Tentative) ہوتا ہے۔

علم ہمیشہ وقوفی (Cognitive) طریقِ کار پر منحصر ہوتا ہے۔ جس میں ادراک، تعلّم، ابلاغ، استدلال اور انسانیت کو مجموعی طور پر تسلیم کرنا شامل ہیں۔ علم صداقت کی کھوج لگاتا ہے اور عبوری طور پر حقیقت بیان کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ صداقت کی کھوج اور جانچ تحقیق کے ذریعے ہی سے ممکن ہے اور جب بار بار کی تحقیق کے حاصلات ایک سے ہوں تو انھیں حقائق (facts) قرار دیا جاتا ہے۔ انھی حقائق سے علمی پیش گوئی ممکن ہے۔ مجموعۂ حقائق کی اصلیت کو بیان کرنے کے اس نقطۂ نظر کو نظریہ یا تھیوری کہا جاتا ہے۔

علم کی ماہیئت کو سمجھنا، اس کے لیے معلومات کی جمع آوری، بندوبست اور اس کی ترتیب و تنظیم کو ایک اور اصطلاح متعلقاتِ علم یا مابعد علم (Meta Knowledge) سے یاد کیا جاتا ہے۔ تحقیق کو اوّل متعلقاتِ علم ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔ حصولِ علم کے طریقے، اصول تحقیق، تدریسیات، کورس وغیرہ مابعد یا متعلقاتِ علم قرار پاتے ہیں۔ تحقیقی فلسفہ بھی اسی مابعدِ علم ہی میں شامل ہے۔

یہ جاننے کے لیے کہ حقیقت کیا ہے اور اس پر مبنی وجود کا علم کیا ہے، ہمیں یہ جاننا ہوتا ہے کہ خود علم کیا ہے؟ ہم جس چیز کو علم کہہ رہے ہیں کیا وہ محض معلومات اور اعداد وشمار تو نہیں۔ چنانچہ علمیات کا وجودیات کے ساتھ بہت قریبی رشتہ بنتا ہے۔ ایسٹر بائی سمتھ (Easterby-Smith) اور اس کے ساتھی کہتے ہیں کہ علمیات دنیا کی حقیقت کے بارے میں جاننے کا سب سے موزوں طریقہ ہے۔ علمیات میں ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے کہ علم کیا ہے اور اس کے ذرائع کیا ہیں[۵]۔ بلائکی کے نزدیک علمیات علم کے طریقوں یا بنیادوں کا نظریہ یا علم ہے جو حقیقت کا ممکنہ علم حاصل کرنے کے مفروضوں پر استوار ہوتا ہے[۶]۔ کا ئیا (Chia) علمیات کو ''کیا اور کیونکر جاننا ممکن ہے'' اور ''معیارات کا مطالعہ کرنا'' نیز ''یہ جاننا کہ آپ کیسے جان سکتے ہیں'' قرار دیتا ہے[۷]۔ ہیچ اور کنلف (Hatch & Cunliffe) کے نزدیک ''علم کیونکر پیدا ہوتا ہے اور وہ کون سی کسوٹی ہے جس پر ہم اچھے علم اور برے علم کو پرکھ سکتے ہیں نیز حقیقت کس طرح ظاہر یا بیان ہوسکتی ہے؟ چنانچہ وجودیات اور علمیات کا باہمی ربط موجود ہے''۔[۸]

جدید تحقیقی طریقے علمی فلسفہ یا علمیات (Epistemology) کی اسی چوحدی (Paradigm) یا حیطۂ کار میں وضع ہوتے ہیں۔ کوئی علم صرف اس وقت تک قابلِ قبول ہوتا ہے جب تک اس کی بنیاد تحقیقی حقائق پر مبنی نظریے میں گڑی ہوتی ہے۔ نئی تحقیق اس نظریے میں تبدیلی لاتی ہے اور یوں علم اپنی عبوری چوحدی پار کرتا رہتا ہے۔

علمیات کو جاننے کے لیے ہمیں وجودیات کو سمجھنا پڑتا ہے کہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ بلائکی وجودیات کی اساسی تعریف یوں کی ہے:

> ''وجود کے مطالعے کا علم، اس کی روشنی میں سماجی علوم، وجود، اس کی ماہیئت، اس کے عناصر ترکیبی اور ان عناصر کی باہمی ربط کو جانچتے ہیں''۔

مختصر یہ کہ وجودیات حقیقت کی فطرت کے بارے میں ہمارے نقطہ نظر کو بیان کرتی ہے اور یہ کہ کیا حقیقت معروضی طور پر موجود ہے یا محض موضوعی طور پر ہمارے ذہنوں میں ہے؟[۹] ہیچ اور کنلف اس نقطہ نظر کو واضح کرنے کیلیے دونوں کو روزمرہ مثال اور ایک سماجی علوم کی مثال کے طور پر لیتے ہیں۔ یعنی جو کچھ حقیقت میں ہو رہا ہے اور جو محض مصنف کے خیال میں ہو رہا ہے۔[۱۰] اس کی ایک مثال ناول راجا گدھ سے دی جاسکتی ہے کہ جس نفسیاتی کیفیت کے گرد بانو قدسیہ نے سیمی کے کردار کا تانا بانا بُنا ہے، کیا وہ حقیقت میں ایسی ہی ہے یا محض مصنف کے ذہن کی کارستانی ہے؟ چنانچہ ثقافت اور فریبِ نظر، تخیل کی اڑان، نیز حقیقت کے بارے میں انفرادی اور اجتماعی فکر اور یہ کہ کیا حقیقت محض نفسیاتی واردات (Experience) کی بنیاد پر سامنے آتی ہے یا ماورائے حیات کوئی چیز ہے؟ ہم سب اپنی تحریروں میں وجودیاتی مفروضوں کا سہارا لیتے ہیں جس کے ذریعے ہم ادب کے ذریعے حقیقت کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یوں ادب برائے زندگی کی ترجمانی کرنے لگتے ہیں۔ تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ادیبوں کے ان زیرکار مفروضوں کو بھی سمجھنا چاہیے کہ وہ کسی علمیاتی اور وجودیاتی فلسفے کا سہارا لے رہے ہیں۔ ادبی تحقیق کار وجودیات کے جس پہلو کو اختیار کرتا ہے لامحالہ اسے علمیات کا بھی اسی سے مربوط مفروضہ زیرکار رکھنا پڑتا ہے۔

ایرک سن اور کووالینن (Erakson and Kovalainen) ایک معروضی علمیات کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ خارجی طور پر ایک اپنا وجود رکھتی ہے جبکہ موضوعی علمیات میں ہمارے اپنے مشاہدوں، تجربوں اور تشریحوں کے علاوہ ہم کسی حقیقت کو نہیں جان سکتے[۱۱]۔ ساندر (Sander) اور اس کے ساتھیوں نے اس کی مزید وضاحت کی ہے کہ ایسے میں تحقیق کار کو اشیا سے حاصل شدہ اپنے کوائف کو جو خارجی حقیقت کے طور پر موجود ہوتے ہیں، صرف اعداد و شمار ہی کے انداز میں نہ کہ عبارت آرائی کے طور پر بیان کرنا چاہیے اور نہ ہی کوئی فیصلہ کن بیان دینا چاہیے۔ لیکن ادبی تحقیق میں موضوعیت کی اس قدر بھرمار ہوتی ہے کہ حقیقی نتائج بیان کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے چنانچہ ہمیں ادبی تحقیق کی چوحدی کا تعین کرنا پڑے گا۔ اسی کو ہم اپنا تحقیقی فلسفہ قرار دیں گے۔ اسی سے ہمارا تحقیقی طریقہ برآمد ہوگا۔[۱۲]

اُصولِ تحقیق کی بنیاد تحقیق کی چوحدی، نقطۂ نظر یا حیطۂ فکر (Paradigm) سے حاصل ہوتی ہے۔ Paradigm کا لفظ یونانی زبان سے آیا ہے، جس کا مطلب ہے "ہر سمت کے ساتھ"۔ گویا یہ کسی شے کلی نمونے کے احاطہ ہوتی ہے۔ اسے کُل اندازِ فکر یا اصولی نقطہ نظر بھی کہا جاتا ہے۔ چاروں حدود کے ملنے سے کسی چوکھٹے کی جو تصویر بنتی ہے، اسے اس کی چوحدی یا Paradigm کہا جاتا ہے۔ فکری طور پر چوحدی بنیادی اعتقادات پر مبنی ہوتی ہے۔ کائنات کی نوعیت، فرد کا مقام اور ان کے باہمی تعلقات کی امکانی حدود، یہ سب کچھ چوحدی کہلاتے ہیں۔ تحقیق بھی کسی نہ کسی چوحدی کے اندر ہوتی ہے۔ یہ اس سے باہر نہیں جا سکتی حتیٰ کہ اس کے حقائق اور نظریات بھی۔

ہیننگ (Henning) کے نزدیک چوحدی (Paradigm) نظریے (Theory) پر منحصر ہوتی ہے۔ یعنی ایسا چوکھٹا صرف جس کے اندر ہی وہ نظریہ وجود پا سکتا ہے[۱۳]۔ گویا تحقیقی نظریہ جن حدود میں کارفرما ہوگا، اس کا ذاتی رویوں اور کرداروں پر جو اثر رونما ہوگا، پیشہ ورانہ عمل کی جو صورت پیدا ہوگی اور تحقیق کے عمل کے ساتھ جو انداز وقوع پذیر ہوگا، وہ اس کی تحقیقی چوحدی یا Research Paradigm کہلائے گا۔

گوبا اور لنکن (Guba & Lincoln) نے مندرجہ ذیل تین بنیادی سوالات کو کسی تحقیقی چوحدی کی اساس قرار دیا ہے۔[۱۴]

۱۔ وجودیاتی (Ontological) سوال:

یعنی حقیقت کی ہیئت اور فطرت یا نوعیت کیا ہے؟ جسے ہم جاننا چاہتے ہیں۔

۲۔ علمیاتی (Epistemological) سوال:

علم کے لیے بنیادی عقیدہ کیا ہے؟ یعنی کیا کچھ معلوم ہو سکتا ہے؟

۳۔ طریقیاتی (Methodological) سوال:

تحقیق کار اپنے علمی عقیدے میں کہاں تک جا سکتا ہے؟ یعنی کس حد تک تحقیق کر سکتا ہے؟

تحقیق کی تین چوحدیاں ہو سکتی ہیں:

الف۔ (اثباتیت (Positivism))،

ب۔ (ترجمانیت (Interpretism))،

ج۔ (تنقیدی نظریہ)

تینوں تحقیقی چوحدیوں کا تینوں سوالات سے جائزہ کچھ یوں لیا جاسکتا ہے:۔

۱۔وجودیاتی سوالات

الف۔اثباتیت(Positivism) کی چوحدی

تجزیہ چوحدی(Paradigm Analysis) کے لیے سوالات:

۱۔حقیقت کی فطرت/نوعیت

O ایک معروضی، صادق حقیقت وجود رکھتی ہے۔جو غیر متبدل علت و معلول کے قوانین کی پابند ہے۔

O حقیقت پہلے سے موجود پائیدار نمونے یا ترتیب پر مشتمل ہے جسے دریافت کیا جاسکتا ہے۔

O حقیقت زمانے یا سیاق وسباق کی پابند نہیں۔

O حقیقت کی تعمیم کی جاسکتی ہے۔

O علم درست اور یقینی ہوتا ہے۔

۲۔ نظریہ/تھیوری کا کردار

نظریات(Theories):

O معیاراتی ہوتے ہیں۔

O ماڈل پیش کرتے ہیں۔

O متغیرات کے درمیان علت کی تشریح کرنے کے قضیے پیش کرتے ہیں۔

۳۔ نظریہ سازی/ جانچ

O نظریہ قابل جانچ ہوتا ہے،جس کے بعد ردو قبول ہوسکتا ہے۔

O قابل مشاہدہ مظہر یا رویے سے ثابت ہوتا ہے۔

O اسے کسی زیر قابو سیٹنگ میں جانچا جاتا ہے۔فرضیے کو حسیاتی طور پر مدد فراہم کی جاتی ہے یا تجربات کے ذریعے رد کیا جاتا ہے۔

۴۔ تحقیق کا کردار

O حقیقتوں کو دریافت کرنا یعنی قدرتی قوانین کی تلاش۔

O مظاہر کو سائنسی انداز میں تشریح / بیان، پیش گوئی اور کنٹرول کرنا۔

۵۔انسانیت کی فطرت/نوعیت

O استدلالی۔

O خارجی عوامل سے صورت پذیر (ایک سی علت ہر ایک پر ایک سے اثرات مرتب کرے گی)۔مثلاً میکانکی ماڈل، کرداری انداز۔

ب۔ترجمانیت(Interpretivism) کی چوحدی

تجزیۂ چوحدی(Paradigm Analysis) کے لیےسوالات:

۱۔حقیقت کی فطرت/نوعیت

O دنیا پیچیدہ اور متحرک ساخت رکھتی ہے جس کی تشریح لوگ اپنے ایک دوسرے سے تعامل اور وسیع تر سماجی نظام میں کرتے اور تجربہ حاصل کرتے ہیں۔

O حقیقت موضوعی ہے لوگ اسے مختلف انداز میں محسوس کرتے ہیں۔موضوعی حقیقیت اہم ہے یعنی لوگ کیا سوچتے،محسوس کرتے اور دیکھتے ہیں۔

۲۔نظریہ/تھیوری کا کردار

نظریات:

O قابل نظر ثانی ہوتے ہیں۔

O تخمینی صداقت ہوتے ہیں۔

O تناظر کی حساسیت رکھتے ہیں۔

۳۔نظریہ سازی/ جانچ

O نظریے وضع کیے جاتے ہیں/متنوع حقیقتوں سے تشکیل کیے جاتے ہیں۔کسی مظہر کو سمجھنے کے لیے تحقیق کار کو مختلف چیزوں کو دیکھنا ہوتا ہے۔

O نظریے کو سماجی ثقافتی تناظر میں صورت دی جاتی ہے۔

۴۔ تحقیق کا کردار

O ذہنی،سماجی،ثقافتی مظہر کا مطالعہ کرنا یا یہ سمجھنے کے لیے کہ لوگ کسی خاص انداز میں طرز عمل کیوں اختیار کرتے ہیں؟

O مظاہر کے معنی کا ادراک کرنا۔

O متعدد حقیقتوں کو بیان کرنا۔

O حقیقت نامکمل طور پر قابو میں آ سکتی ہے۔

O زبان کا استعمال خاص قسم کی حقیقت بیان کرسکتی ہے۔

۵۔انسانیت کی فطرت/نوعیت

O سماجی مخلوق جو معنی وضع کرتی اور اپنی دنیاؤں کی مسلسل معقولیت پیدا کرتی ہے۔

O لوگ حقیقت کا داخلی احساس رکھتے ہیں۔

ج۔تنقیدی نظریہ(Critical Theory) کی چوحدی

تجزیۂ چوحدی(Paradigm Analysis) کے لیےسوالات:

۱۔حقیقت کی فطرت/نوعیت

O متنازع، زیراساس ساختوں کی پابند ہے۔سماجی، سیاسی، ثقافتی، معاشی، نسلی، صنفی وغیرہ۔

۲۔نظریہ/تھیوری کا کردار

نظریات:

O دنیا کی تعمیر وتخریب کے جدلیاتی عمل کے تنقیدی اقدام میں تشکیل پاتے ہیں۔

۳۔نظریہ سازی/ جانچ

O نظریے دنیا کی ساخت ربائی یا تخریب سے اور طاقت کے تعلقات کے تجزیے سے وضع کیے جاتے ہیں۔

۴۔تحقیق کا کردار

O تنقیدی شعور کو پروان چڑھانا۔

O اداروں کی ساخت اور ترتیب کو کھولنا جس سے عملی نظریات اور سماجی ناہمواریاں جنم لیتی ہیں۔

O طاقت کا توازن اس طرح منتقل کرنا کہ یہ زیادہ مساد یانہ طور پر منقسم ہو۔

O سماجی مسائل کو حل کرنا۔

O سیاسی اور تنقیدی شعور کو بڑھانا۔

انسانیت کی فطرت/نوعیت

O لوگ اپنی دنیا کا نقشہ عمل اور تنقیدی ردعمل کی مدد سے تعمیر کر سکتے ہیں۔

۲۔ علمیاتی سوالات

الف۔اثباتیت(Positivism) کی چوحدی

تجزیۂ چوحدی(Paradigm Analysis) کے لیے سوالات:

ا۔علم کی فطرت/نوعیت

O علم کو منظم انداز میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

O علم توثیق کردہ فرضیوں پر مشتمل ہوتا ہے، جنھیں حقائق یا قوانین کہتے ہیں۔

O امکانیت۔زیادہ افراد یا گروہوں کے لیے صداقت رکھتا ہے یا کئی صورتوں میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔

O علم درست اور یقینی ہوتا ہے۔

۲۔تحقیقی حاصلات صحیح ہیں اگر:

O قابل مشاہدہ و پیمائش ہوں۔

O دہرائے جانے اور تعمیم کے قابل ہوں۔

۳۔عقل سلیم کا کردار نہیں ہے......صرف استخراجی استدلال (Inductive Reasoning) ہے۔

ب۔ترجمانیت(Interpretivism) کی چوحدی

تجزیۂ چوحدی(Paradigm Analysis) کے لیے سوالات:

۱۔علم کی فطرت/نوعیت

O علم نہ صرف قابل مشاہدہ مظاہر پر مبنی ہوتا ہے بلکہ موضوعی عقائد، اقدار، دلائل اور فہم پر منحصر ہوتا ہے۔

O علم ایک ساخت(Structure) رکھتا ہے۔

O علم اس انداز کے متعلق ہوتا ہے، جس میں لوگ اپنی زندگیوں کو معنی پہناتے ہیں۔

۲۔تحقیقی حاصلات صحیح ہیں اگر:

O تحقیقی کمیونٹی کا ایک عمل ہوں، جس کی اطلاع شرکا دیں اور دوسرے اس کا جائزہ لیں اور تصدیق کریں۔

۳۔عقل سلیم کا کردار

O عقل سلیم عام لوگوں کے روزمرہ نظریات کی طاقت ظاہر کرتی ہے۔

O تعاملی اور استخراجی استدلال استعمال ہوتا ہے۔

ج۔تنقیدی نظریہ(Critical Theory) کی چوحدی

تجزیۂ چوحدی(Paradigm Analysis) کے لیے سوالات:

۱۔علم کی فطرت/نوعیت

O علم منتشر اور منقسم ہے۔

O علم طاقت کا سرچشمہ ہے۔

O علم زندہ تجربے اور سماجی تعلق سے تشکیل پاتا ہے۔

O واقعات سماجی اور معاشی تناظر میں سمجھے جاسکتے ہیں۔

۲۔تحقیقی حاصلات صحیح ہیں اگر:

O مخصوص سیاق وسباق میں مسائل حل کرسکے۔

O حل دیگر سیاق وسباق میں بھی قابل اطلاق ہوسکتے ہیں مگر بطور فرضیہ جانچے جائیں۔

O اوہام سے پردہ اٹھاسکیں۔

۳۔عقل سلیم کا کردار

O غلط عقائد جو طاقت اور معروضی شرائط کو چھپاتے ہیں۔

۴۔طریقیاتی سوالات

الف۔اثباتیت(Positivism) کی چوحدی

تجزیۂ چوہدری(Paradigm Analysis) کے لیے سوالات:

ا۔تحقیق کار کا کردار

O معروضی،موضوع سے آزاد

O تفتیش کنندہ عام طور پر زیرِ تفتیش کو کنٹرول کرتا ہے۔

۲۔اقدار کا کردار

O سائنس اقدار سے آزاد ہے۔

O تحقیق میں اقدار کی کوئی جگہ نہیں......تمام تعصّبات کو خارج کر دینا چاہیے۔

۳۔طریق(Method)

O حسیاتی(Empirical)

O ساختہ اور دہرائے جانے کے قابل مشاہدہ۔

O مقدار کاری اور پیمائش۔

O تجرباتی......متغیرات کو براہ راست جانچتا اور مشاہدہ کرتا ہے۔

۴۔نوعِ مطالعات

O سروے۔

O فرضیے کی توثیق۔

O شماریاتی تجزیہ۔

O مقداری بیانیہ مطالعات۔

ب۔ترجمانیت(Interpretivism) کی چوہدری

تجزیۂ چوہدری(Paradigm Analysis) کے لیے سوالات:

ا۔تحقیق کار کا کردار

O معانی تخلیق کرنے میں شریک۔

O اپنے موضوعی تجربات کو تحقیق میں داخل کر دیتا ہے۔

O کل کی سمجھ پروان چڑھانے کی کوشش کرتا ہے اور یہ کہ ہر حصہ آپس میں کس طرح اور کل کے ساتھ کیوں کر متعلق ہے۔

۲۔اقدار کا کردار

O اقدار سماجی زندگی کا لازمی حصہ ہیں......اقدار غلط نہیں البتہ مختلف ہوتی ہیں۔

۳۔طریق(Method)

O غیر ساختہ مشاہدہ۔

O انٹرویو کا آغاز کرتا ہے۔

O محضری تجزیہ (Discourse Analysis)۔

O ''اندرونی''علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۴۔ نوع مطالعات

O میدانی تحقیق، فطری سیٹنگ کے اندر صورت حال کی اصل معلومات جمع کرنے کے لیے۔

ج۔ تنقیدی نظریہ (Critical Theory) کی چوحدی

تجزیۂ چوحدی (Paradigm Analysis) کے لیے سوالات:

ا۔ تحقیق کار کا کردار

O تسہیل کار کا کردار اپناتا ہے...... زیرِ تحقیق کی شرکت اور شمولیت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

۲۔ اقدار کا کردار

O حقائق اقدار سے کبھی الگ نہیں کیے جا سکتے۔

O تحقیق کار کی اقدار تحقیق پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

۳۔ طریق (Method)

O شراکتی اقدامی تحقیق۔

O مکالماتی طریقے جو تحقیق کار اور زیرِ تحقیق کے مابین مکالمے کو تحریک دیں۔

۴۔ نوعِ مطالعات

O نہیں

ادبی اور لسانی تحقیق میں اثباتیت (Positivism) اور مابعد اثباتیت (Post-positivism) کی سفارش کی جائے۔ زینا اولیری نے ان دونوں فلسفوں کی روشنی میں تحقیقی ساکھ کے تجزیے کے اہم عناصر کے پانچ جوابات طے کیے ہیں، جو چوکھٹے میں درج ہیں۔[۱۵]

اثباتیت	مابعد اثباتیت

ا۔ کیا موضوعیت کو سمیٹ لیا گیا ہے؟

معروضیت: ایسے نتائج جو جذبات، ذاتی تعصّبات اور موضوعی عناصر سے پاک ہوں	غیر جانبداری: تعصّبات اور جانبداری سے بے نیاز خواہ موضوعیت کو تسلیم کیا گیا ہو لیکن اثرات کا جائزہ شفاف طور پر لیا گیا ہو

۲۔کیا طریق کار کا تسلسل اور تواتر موجود ہے؟

وثوق: اعتبار یا معتبری طریق کار کے تسلسل اور متواتر عمل پذیر ہونے پر ہے تا کہ بار بار دہرانے پر ایک سے نتائج آئیں	انحصار پذی: خواہ نتائج کا معتبر ہونا ممکن نہ ہو لیکن طریق کار منظّم ہو، تحشیہ نگاری کے ساتھ ہو اور معروضیت کو محدود کر سکے

۳۔کیا مسئلے کی روح کشید کر لی گئی ہے؟

وقعت یا جواز: صداقت پر انحصار ہو۔نتائج کی صحت جانچی جا سکے اور کیا طریق کار، انداز اور تکنیک اس مسئلے کے لیے موزوں تھے؟	استناد: صداقت کی قدر سے وابستہ ہو خواہ متعدد صداقتیں سامنے آئیں تا کہ قدر کا استحسان ہو سکے

۴۔کیا ماحصل کا اطلاق اس حوالے سے باہر ہو سکتا ہے؟

تعمیم: عمومیت یا فارمولا سازی ہو سکے جس کا اس گروہ کے علاوہ عام امور پر بھی اطلاق ہو سکے	انتقال پذیری: ایک نمونے کے نتائج کو دوسرے نمونوں پر منتقل کیا جا سکے جو کسی اور انداز کے ہوں

۵۔کیا تحقیق کی توثیق ہو سکتی ہے؟

دہرائی: اگر اس تحقیق کو کسی اور تناظر میں ایسے ہی حالات اور مواد پر آزمایا جائے تو وہی نتائج سامنے آئیں	تنقیح پذیری: تحقیقی تناظر کی اہمیت قبول ہو سکے تا کہ دوسرے بھی دیکھ لیں کہ تحقیق ان نتائج تک کس طرح سے پہنچی یعنی طریق کار کی شفافیت

چونکہ ہر تحقیق بنیادی طور پر کسی فلسفے اور نظریے یا تھیوری کی روشنی ہی میں انجام دی جاتی ہے اور ہر تحقیق اسی فلسفے کی چوحدی (Paradigm) یا حیطۂ کار کے اندر کام کرتی ہے۔اس لیے فلسفے کی بنیاد پر قائم جدید اور باضابطہ تحقیق کی ابھی بہت گنجایش موجود ہے[۱۶]۔اب ہائر ایجوکیشن کمیشن کے مطالبے پر جدید تحقیقی اصولوں کا آغاز ہونے لگا ہے اور جامعات کے شعبہ ہائے اُردو اس سمت بھی توجہ دینے لگے ہیں۔اُردو کے اعلیٰ پایے کے تحقیقی جریدے منظر عام پر آنے لگے ہیں۔اس سے اُردو تحقیق کی روایت جدید انداز میں ڈھل سکے گی۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ احسان اللہ خان، ڈاکٹر، تعلیمی تحقیق اور اس کے اُصول ومبادی، بک ٹریڈرز، لاہور، 1978ء

تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ادبی تحقیق کے اُصول، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1992ء

عطش دُرّانی، ڈاکٹر، اُصولِ تحقیق، ایم فل کورس، شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 2009ء

عطش دُرّانی، ڈاکٹر، جدید رسمیاتِ تحقیق، اُردو سائنس بورڈ، لاہور، 2005ء

عطش دُرّانی، ڈاکٹر، مطالعاتی رہنما۔اُصولِ تحقیق (زبان وادبیات)، ایم فل کورس شعبہ پاکستانی زبانیں وادب، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 2004ء

عطش دُرّانی، ڈاکٹر، اُردو تحقیق (منتخب مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2003ء

عطش دُرّانی، ڈاکٹر، اُصولِ ادبی تحقیق، نذیر سنز پبلشرز، لاہور، 2011ء

2- Ratnam, dr. Mani Maran, Research Philosophy and Approach, School of Mechanical Engineering, Universiti Sains, Malaysia, Panang, 2002, P.2

3- Guba, E. G., and Lincoln, Y. S., Competing Paradigms in Qualitative Research, Ch.6, in Denzin and Lincoln, Handbook of Qualitative Research, Sage Publishers, USA, 1994, pp.107-8

4- Flower, Paul, Research Philosophies- Importance and Relevance, Issue, 1, Jan. 2009, pp. 1-5 [Blaiki, N.(1993), Approaches to Social Enquiry, 1st ed., Polity Press, Cambridg and Kvale, S., (1996), InterView, 1st ed., Sage Publications, Ltd., London.]

5- Easterby-Smith, M., Thorpe, R. and Jackson, P., Management Research, 3rd ed., Sage Publications Ltd., London, 2008.

6- Blaiki, N., Approaches to Social Enquiry, 1st ed., Polity Press, Cambridg ,1993.

7- Chia, R., " The Production of Management Knowledge" in Partington, D. (ed.), Essential skills for Management Research, 1st ed., Sage Publications Ltd., London, 2002.

8- Hatch M. J. and Cunliffe, A. L. Organization Theory , 2nd ed., OUP, Oxford, 2006.

9- Blaiki, Op. cit.

10- Hatch M. J., Op. cit.

11- Erikson, P. and Kovalainen, A., Qualitative Methods in Business Research, 3rd ed., Sage Publications Ltd., London, 2008

12- Saunders, M., Lewis P. and Thornhill, A., Research Methods for Business Students, 4rth ed. Prentice Hall Financial Times, Harlow,

2007.

13- Renning E., Van Rensburg W. and Smit B., Finding Your Way in Qualitative Research, Van Schalk Publishers, Pretoria, 2004, Ch.2.

14- Guba, E. G., and Lincoln, Y. S., Op. cit.

15- Zina O'Leary, The Essential Guide to doing Research, Sage Publications, Ltd., London, 2004.

16- Guba, E. G., and Lincoln, Y. S., Op. cit.